لیڈر کے اوصاف

قاری عبدالشکور گوندلوی

ابتدائیہ

آج کل جو کچھ لوگوں پہ یہ جنون سوار ہے کہ وہ قوم کے لیڈر اور رہنما تسلیم کئے جائیں۔ بلکہ ہمیشہ اکثر لوگوں کی یہ خواہش رہی ہے کہ وہ کسی کے پیرو نہ ہوں بلکہ راہبر وہوں۔ اس دوڑ میں کچھ ایسے لوگ بھی شریک ہو گئے ہیں جو قطعی طور پر اس کے اہل نہیں ہیں۔ مگر انہیں دعویٰ ہے کہ **انا ولا غیری** ہمارے سوا کون ہے جو دم مارے۔ جب سے یہ روش چلی ہے حالات دگرگوں ہو گئے ہیں۔ ہر طرف نفرت ہی نفرت ہے۔ عداوت کی ہوائیں تیز ہیں۔ بغاوت کے جھکڑ چل رہے ہیں۔ بغض وحسد کی بجلیاں کوندی رہی ہیں۔ محبت والفت' خیر خواہی' ہمدردی اور دوسروں کی بھلائی کے جذبات ماند پڑ گئے ہیں۔ ایسے لیڈروں کو اپنے مفادات سے غرض ہے قوم کو اپنے۔ اور ہونا بھی ایسا چاہئے تھا جب ہر نتھو' خیرا اٹھ کر قائد عوام بن بیٹھے تو کیا رحمتیں نازل ہونگی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ قوم کے قائد بے علم لوگ ہوں گے وہ وقت انتہائی بدبختی کا ہوگا۔

آپ ذرا گھر سے باہر قدم رکھیں۔ دین و سیاست کے میدان میں آپ کو برسات کے مینڈکوں کی طرح لیڈر نظر آئیں گے۔ ستم یہ ہے کہ اس کا کوئی معیار نہیں ہے جو سٹیج پر کھڑا ہو کر دو لفظ بول سکتا ہے وہ اپنے تئیں قومی رہنما ہے اور جو چار ٹکے رکھتا ہے وہ قائد عوام ہے۔ حالانکہ دیگر شعبہ جات میں اہلیت ولیاقت کسی عہدہ کا معیار ہے۔ مثلاً ڈاکٹر' انجینئر' بینکر' فلاسفر وغیرہ۔ خاص کورسز اور تعلیمی اہلیت کی بنا پر اپنا مقام حاصل کر پاتے ہیں۔ مگر رہبر ہے کہ اس کیلئے کوئی معیار مقرر ہی نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ معیار مقرر ہے مگر ہم لاقانونیت کے عادی ہو چکے ہیں۔ اس بنا پر وہ اصول مدنظر نہیں رکھے جاتے۔ میں اختصار کیساتھ ان اصولوں کا ذکر کروں گا جن پر کاربند ہونا ایک لیڈر کیلئے از حد ضروری ہے اور ان پر گامزن ہو کر ترقی کی منازل باآسانی طے کی جا سکتی ہیں۔ اگر معاشرے کے سلجھے ہوئے انسان اور اوصافِ حمیدہ کے حامل افراد دین و سیاست کے میدان میں ان اوصاف فاضلہ کا لباسِ فاخرہ زیبِ تن کر کے میدانِ عمل میں کود پڑیں تو بہت سے برساتی مینڈکوں کا از خود خاتمہ ہو جائے گا اور ان فصلی بٹیروں کو کہیں پناہ نہ ملے۔ میں نے اس مقصد کیلئے جس عظیم ترین ہستی کا انتخاب کیا ہے اور مرکزی نکتہ کے طور پر سامنے رکھا ہے۔ وہ ہیں رہبر کامل سرور عالم محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و تکریم کروڑوں عام انسان ہی نہیں کرتے بلکہ دنیا کی تمام عظیم شخصیتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے سامنے سر جھکاتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظیم مصلح تھے' عظیم رہنما و پیشوا تھے' عظیم قانون دان تھے' عظیم سیاستدان تھے اور عظیم حکمران تھے۔

لیڈر کے اوصاف

اس کائنات رنگ و بو میں بڑے بڑے عظیم انسان ہو گزرے ہیں۔ پری پیکر چہرے' صاحب حسن و جمال' ذی وقار' پر ہیبت' پر شکوہ' جاہ وجلال کے مالک' وسیع اقتدار و اختیار کے مالک اور بے شمار اوصاف و محاسن کے مجسمے ہو گزرے ہیں۔ مگر ان کی لیڈر شپ ہمیشہ محدود ہی رہی۔ کوئی ایک خاندان' کوئی ایک قوم' کوئی ایک جماعت' کوئی ایک علاقے کی حد تک قوم کو لیڈ (**Lead**) کرتا رہا۔ مگر نہ تو کوئی رہنما بین الاقوامی سطح پر رونما اور نہ کسی کو آج تک یہ دعویٰ ہے۔ تاریخ عالم کے مطالعہ سے اگر کوئی ہستی اور تاریخ ساز شخصیت سامنے آتی ہے تو وہ آمنہ کے لال' صاحبِ شرف وکمال حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ جو بین الاقوامی لیڈر کی حیثیت سے ابھرے اور پوری دنیا پر چھا گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری کائنات کی قیادت وسیادت کا شرف حاصل ہے اور اپنے چھوڑ بیگانے بھی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ تمام بڑے بڑے انسانوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سب سے اعلیٰ و برتر ہے۔ ایک انگریز مصنف نے ایک صد مشاہیرِ عالم اور راہنمایانِ ملت کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے سرفہرست سردار دو جہاں جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی پیش کیا ہے۔ ایک قومی لیڈر کے مکمل اوصاف اگر کسی میں مل سکتے ہیں تو فقط

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ مقدس ہے۔ ایک انسان جب لیڈر کی حیثیت سے قوم کے سامنے آتا ہے تو اسے عام لوگوں کی طرح نہیں بلکہ خاص اوصاف و محاسن کا حامل ہونا چاہئے۔ کیونکہ اسے رہنما تسلیم ہی تب کیا جا سکتا ہے جب وہ منفرد خصائل رکھتا ہو۔ اگر ایک لیڈر اور ایک عام آدمی کے درمیان کچھ فرق ہی نہ ہو تو ایسا انسان نہ تو اپنا آپ منوا سکتا ہے اور نہ ہی قومی قیادت کا مستحق ہو سکتا ہے۔

سب سے پہلے جو چیز ایک لیڈر میں نمایاں ہونی چاہئے وہ علم ہے۔

علم: اس دنیا میں انسان نے اپنے سفر کا آغاز علم ہی سے کیا ہے۔ تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد انہیں علم عطا فرمایا گیا اور اسی علم کی بدولت انہیں تمام دیگر مخلوقات پر سرفرازی و سربلندی بخشی گئی اور جب سرورِ دو عالم کو پہلی مرتبہ وحی ہوئی تو حکم ہوا کہ ''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تمہیں پیدا کیا''۔ گویا قرآن کا پہلا حکم یہی تھا کہ پڑھو اور سیکھو۔ اسی طرح ارشاد فرمایا کہ:

لا یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔

''پڑھے لکھے اور ان پڑھ کبھی برابر نہیں ہو سکتے''۔

علم ہی کے ذریعے پتہ چلتا ہے کہ اس کائنات کی حقیقت کیا ہے۔ اس میں انسان کا اصل مقام کیا ہے۔ زندگی کا اصل مقصد کیا ہے اور اس کی بنیاد میں کونسا قانون کام کر رہا ہے۔ علم کے ذریعے ہی انسان کو زندگی کی حقیقتوں کا پتہ چلتا ہے۔ علم سے اس کائنات اور زندگی کو درست زاویہ نظر سے دیکھنے کی قوت حاصل ہوتی ہے۔ علم نیکی اور بدی، اچھے اور برے میں تمیز کرنا سکھاتا ہے اور خدا تک پہنچنے کیلئے روشنی کا کام دیتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے علم کی اہمیت اور فضیلت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ فرمایا علم سیکھو۔ اس لئے کہ یہ حلال و حرام کی تمیز سکھاتا ہے۔ اہل جنت کا راستہ بتاتا ہے۔ علم وحشت میں انس و محبت پیدا کرتا ہے۔ تنہائی کا ساتھی ہے۔ عسرت و تنگدستی میں رہنما ہے۔ دشمنوں کے مقابلہ میں بہترین ہتھیار ہے۔ دوستوں کا نایاب ساتھی ہے۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قوموں کو عروج عطا فرماتا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ نیکوں کے قائد، رہنما اور امام بن جاتے ہیں۔ ان کے اعمال کی پیروی کی جاتی ہے اور ان کی آرا پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ (جامع بیان العلم) قرآن نے بنی اسرائیل کا ایک واقعہ پیش کیا ہے کہ انہوں نے ایک لیڈر منتخب کرنے کا مطالبہ کیا۔ لیڈر منتخب کر دیا گیا تو اس پر اعتراض کر کے جب مسترد کرنا چاہا تو اس کی اہمیت و فضیلت اور دیگر افراد پر برتری اسی طرح واضح کی کہ:

زادہ بسطۃ فی العلم والجسم

وہ تم پر علم اور جسم کے لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے لہٰذا قیادت و سیادت کا حق بھی اسی کا ہے۔

مذکورہ آیتِ کریمہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ایک لیڈر کی نمایاں خصوصیت علم ہے۔

شخصیت: یہ ایک ایسا وصف ہے کہ دوسروں پر اس کا بہت اثر پڑتا ہے۔ مد مقابل یا مخاطب ظاہری جسامت، قد کاٹھ، ڈیل ڈول، جسم کی بناوٹ اور اعضاء کے تناسب سے یقیناً متاثر ہوتا ہے۔ اسی لئے تو بنی اسرائیلی نبی نے اسی منتخب شدہ لیڈر کا یہ وصف دوسروں کو جتلایا کہ:

زادہ بسطۃ فی العلم والجسم

یہ صرف علم ہی میں نہیں بلکہ جسم میں بھی دوسروں سے بہتر و برتر ہے۔

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل و صورت، وضع و ہیت اور نشست و برخاست، رفتار و گفتار اور شائستہ اطوار کو دیکھ کر بچپن ہی سے عرب کے قیافہ شناس یہ کہہ رہے تھے کہ یہ کوئی غیر معمولی ہستی ہے جو خاندانِ عبدالمطلب میں پیدا ہوئی ہے۔

شخصیت کے بارے میں ماہر نفسیات مکڈوگل کہتا ہے جس قدر کسی فرد کی قابلیت و جذبات اس کے جذبہ ذات کے ماتحت ہونگے۔ وہ شخص اس قدر اعلیٰ اور موثر شخصیت کا مالک ہوگا۔ اس کے سامنے کوئی واضح مقصد حیات ہوتا ہے۔ جس شخص کے جذبات میں ہم آہنگی، مطابقت اور وحدت نہیں وہ کمزور شخصیت کا مالک ہوگا۔ کہا جا سکتا ہے کہ شخصیت کسی فرد کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کا ایک مخصوص نظام ہے۔ عموماً کسی شخص کی شخصیت سے مراد اس کی ایسی خصوصیات و صفات سے ہے جو اس شخص میں نمایاں طور پر موجود ہوتی ہیں۔ کسی شخص کا کوئی بھی معمولی سا کام اس کی مکمل شخصیت کا عکس پیش کر دیتا ہے۔ شخصیت ایک ایسی صفت ہے جو ایک شخص کو دوسرے سے مختلف بناتی ہے۔ جس کی بناء پر وہ اپنے مخصوص انداز سے سماجی تعلقات قائم رکھتا ہے۔ اس لئے اس وصف کا ایک لیڈر میں ہونا از حد ضروری ہے۔ شخصیت پر اثر اندازی کا مظاہرہ مستند مورخین کی اس بات سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ جب قائدِ دو عالم، امامِ رہبرانِ ملت حضورِ اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم جوانی کی عمر کو پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہی کچھ ایسی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ وطن اور اہلِ قبیلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے مرعوب ہوتے چلے گئے۔ لوگ خود بخود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقار' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنجیدگی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفاست و پاکیزگی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی ظرفی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کریم النفسی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے داغ سیرت ایسی نمایاں تھی کہ جن لوگوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سابقہ پیش آتا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم وعزت کئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ یہ رعب اس وقت بھی کارفرما رہا جب اسلام کی دعوت پیش کرنے کی وجہ سے قریش کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے دشمن ہو گئے تھے۔ لامحالہ یہ یہ ماننا پڑیگا کہ شخصیت میں ایک ایسی زبردست طاقت ہے کہ جس کے اثرات کو کوئی مخالفت اور رکاوٹ روک نہیں سکتی۔

صداقت: ایک ایسا وصف ہے کہ لیڈر کی زندگی اور اس کے اعمال وافعال کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ اس کے برعکس کذب انسانی وقار کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ صدق اور کذب یعنی سچ اور جھوٹ' نور اور ظلمت کی مانند ہیں۔ راستی اور سچائی کی روشنی اور صفائی سے دنیا قائم وآباد ہے اور دروغ جہان میں فتنہ وفساد' جدال وقتال' بے اطمینانی اور بے برکتی کا باعث ہے۔ راستی سے ہر چیز کی حقیقت' حیثیت اور اصلیت واضح جاتی ہے اور جھوٹ سے اصول و حقائق اور احوال وقائع دھوکہ وفریب کی تاریکیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ صدق وکذب کے اس امتیاز سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صداقت اور سچ بولنے والا انسان دنیا میں ضروری اور قیمتی وجود ہے۔

صداقت کی وجہ سے انسان کی مقبولیت آفتاب کی روشنی کی مانند پھیلتی ہے اور وقار میں روز بروز اضافہ ہوتا ہے اور عوام الناس کا اعتماد حاصل ہوتا ہے۔ صداقت کی برکت سے قلوب الناس مطیع ومسخر ہو جاتے ہیں اور سچا انسان لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتا ہے بلکہ دلوں میں بستا ہے۔ سچ گو لیڈر کے ایک اشارے پر دنیا جان کے نذرانے پیش کرتی ہے۔

قبل از نبوت سرورِ دو عالم کا یہ نمایاں وصف تھا۔ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ایک بالکل اجنبی آدمی بیک نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پکار اٹھتا کہ خدا کی قسم یہ کسی جھوٹے انسان کا چہرہ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن بھی ان اوصاف کے قائل تھے۔ بچپن ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ''صادق وامین'' مشہور ہو گیا تھا۔ بلکہ یہ وصف اتنا نمایاں تھا کہ خطاب اصل نام پر غالب آ گیا تھا۔ اسی وصف کا اثر تھا کہ قبل از نبوت لوگ اپنے مقدمات کے فیصلوں کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے تھے۔ (شفاء)

آپ صداقت کی اثر پذیری کا اندازہ لگائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل ایک دن کہنے لگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا۔ لیکن تیری تعلیم پر میرا دل نہیں ٹھہرتا۔ (شفا)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وصف کا چرچا عام تھا بلکہ یہ وصف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا تو قوم کو بلا کر سوال کیا کہ میرے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ تو سب نے بالاتفاق کہا **مَا جَرَّبْنَا كَ اِلَّا صَادِقًا** ''ہم نے آپ کے اندر سچ کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں''۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ مزہ تو جب ہے کہ مخالف اور دشمن بھی ماننے پر مجبور ہو جائے اور اس سے کسی صورت انکار نہ بن پڑے اور دشمنوں کو مسخر کرنے اور زیر کرنے کی قوت اگر کسی چیز میں ہے تو وہ ہے صداقت۔

امانت: مذکورہ اوصاف کی طرح ایک لیڈر میں اس وصف کا ہونا اتنا ضروری ہے جتنا کشتی کیلئے پانی۔ جیسے کشتی پانی کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتی ایسے ہی اس وصف سے محروم لیڈر قوم کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ اگر کسی طور قوم کا اعتماد وتعاون حاصل کر بھی لیا تو اس کی مثال بوئے گل کی طرح ہوگی' نسیم صبح کی مانند ہوگی۔

اسی کے ساتھ قرار' اسی کے ساتھ وقار اور اسی کے ساتھ پائیدار اقتدار نصیب ہوتا ہے۔ ہر قوم کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اقتدار کی امانت کسی باامانت لیڈر کے سپرد کریں۔ تاکہ ان کے حقوق میں خیانت نہ ہو۔ اگر قومی معاملات میں امانت سے کام نہ لیا جائے تو یہ بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی اور یہ کشتی کنارے نہیں لگ سکتی۔ امانت کا وصف تو ایک ایسا سایہ ہے جو قوم کے سروں پہ چھا جاتا ہے اور پھر کوئی بھی اس سایہ تلے سے نکلنے کو تیار نہیں ہوتا۔ اس میں ایک ایسی شیرینی اور کشش ہے کہ اپنے' پرائے' یار' اغیار' دوست' دشمن سب کھچے چلے آتے ہیں۔ قوموں کا بناؤ بگاڑ اسی پر منحصر ہے۔ قوم وملت کی ترقی وعروج اور کمال کا راز اسی

میں پنہاں ہے۔

سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرچے گھر گھر میں اسی وصف کی بدولت تھے۔ جس معاشرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن سے ادھیڑ عمر تک بسے تھے۔ جس معاشرے کے لوگوں کو ہر پہلو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری، ہمسائیگی، میل جول، لین دین، دوستی الغرض طرح طرح کے معاملات میں شب و روز سابقہ پیش آتا رہا تھا۔ ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی پاکیزگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ سلوک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمدلی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدردی و فیاضی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت کا معترف نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم خیر تھے، کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کا تجربہ تو درکنار اس کا اندیشہ تک کبھی نہ ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر لوگوں کو اتنا اعتماد تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''امین'' کہہ کر پکارتے تھے اور یہ اعتماد اس وقت بھی قائم رہا جب اسلام کی دعوت پیش کرنے کی وجہ سے لوگ آپ کے دشمن ہو گئے تھے۔ اس حالت میں بھی دوست، دشمن سب اپنی امانتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھواتے تھے۔ کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کا خطرہ نہ تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت کا یہ عالم تھا کہ قتل گاہ سے نکلتے وقت بھی ان کی رکھی ہوئی امانتیں واپس کرنے کا اہتمام فرما کر اپنا کامل و اکمل امین ہونا قطعی طور پر ثابت کر دیا اور قومی لیڈروں کیلئے ایک اصول قائم کر دیا کہ کامیاب زندگی اور مستحکم اقتدار کا راز وصف ''امانت'' میں پنہاں ہے۔

قول و فعل میں مطابقت: اکثر لوگوں کی اور عوامی لیڈروں کی یہ عادت بن چکی ہے کہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ ''ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور چبانے کے اور'' بلکہ لیڈروں کا آج کل طریقہ واردات ہی یہ ہے۔ کامیابی کے پہلے کئی بلند بانگ دعوے قوم کو بے وقوف بنانے کیلئے کئی سبز باغ دکھاتے ہیں اور کامیابی کے بعد آنکھیں دکھاتے ہیں۔ لیکن ایسے لیڈروں کے اقتدار کی عمر نہایت قلیل ہوتی ہے۔ بہت جلد عوام کی نگاہوں سے گر جاتے ہیں۔ اپنا وقار کھو بیٹھتے ہیں اور گمنامی کے ایسے گڑھوں میں جا گرتے ہیں کہ کوئی پرسانِ حال بھی نہیں ہوتا۔

مگر قول و فعل میں مطابقت ایک ایسا محبوب وصف ہے کہ موصوف کی قدر و منزلت دل کی گہرائیوں سے کی جاتی ہے۔ اس کی بات پر اعتماد اور اس کی ذات پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ اس کے کردار و گفتار میں یگانگت کو تکریم و شرف کا درجہ دیا جاتا ہے۔ اس کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات لوگوں کے دلوں کی دھڑکن ہوتے ہیں، اس کے اشارہ ابرو پر عوام جانیں نچھاور کرتے ہیں اور یہ سب کچھ اس وصف کی بدولت ہوتا ہے۔ لوگ نام کو نہیں کام کو دیکھتے ہیں اور وہی لوگ جب اپنے قائد کی زندگی میں دورنگی دیکھتے ہیں تو نفرت سے ایسے لیڈروں سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ ظاہر و باطن کا فرق نفاق کا بیج بوتا ہے۔ جس سے بغض و عناد اور نفرت کی فصل تیار ہوتی ہے اور اس سے خود غرضی، سرکشی پروان چڑھتی ہے۔ قائدِ مرسلین میں یہ وصف اتنا نمایاں نظر آتا ہے کہ تضاد کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل برائے نام بھی کوئی تضاد نہ تھا جو کچھ کہتے وہی کرتے تھے۔ مکے کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی ہی کو نہیں، گھر کے اندر کی زندگی کو بھی دیکھ سکتے تھے۔ کیونکہ کتنے ہی لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے رشتہ دار تھے۔ لیکن یہ کوئی نہ کہہ سکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو جن برائیوں سے روکتے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زندگی میں پائی جاتی ہے۔ اسی طرح جس بھلائی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ سب سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان پر عمل پیرا ہوتے۔ کوئی اس امر کی نشاندہی نہ کر سکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان بھلائیوں پر عمل کرنے میں کوئی ادنیٰ درجے کی بھی کوتاہی ظاہر ہوئی ہے۔

کسی تحریک کی کامیابی کیلئے اور اسلامی تحریک خصوصاً اور اقتدار میں استحکام کیلئے یہ بہترین ضمانت ہے کہ اس کا رہنما قول و عمل کے تضاد سے بالکل پاک ہو۔ اس کی تعلیم، اس کے وعدے، اس کی ترقی کے فارمولے محض زبانی جمع خرچ نہ ہو بلکہ اس کی اپنی عملی زندگی اس تعلیم اور پیش کردہ تصور کی جیتی جاگتی تصویر ہو۔ اس کا گہرا اثر لازماً ان لوگوں پر بھی پڑتا ہے جو ایسے رہنما کی پیروی اختیار کرتے ہوں اور اس وصف میں ایسی قوت ہے کہ وہ لوگ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے جو غیر متعصب نگاہ سے تلاشِ حقیقت کی خاطر اسے دیکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ متعصب مخالفین میں سے بھی ایک بڑی تعداد بالآخر اس سے مسخر ہو کر رہتی ہے۔ (جاری ہے)